نواسۂ رسول امام حسینؑ مذہبی یکجہتی کی گفتگو کا محور

مولف: سید محمد تقی شاکری[1]

مترجم: محمد کاظم دہلی

پیش لفظ

اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ اہل سنت کے اصلی منابع، حدیث، تاریخ اور تراجم کی کتابوں سے رسول خداؐ کی امام حسینؑ سے غیر معمولی محبت وشفقت کا تعین کیاجائے اور آپؑ کے اخلاقی ومعنوی فضائل کی نشاندہی کے ساتھ آپؑ کے قیام کو نمونہ سمجھنے اور اسلامی امت کے درمیان آدمی کی پرورش کے لیے امام حسینؑ کے اسوہ کا تجزیہ وتحلیل کیاجائے اور اس طرح یہ بات واضح ہوجائے کہ رسولؐ کی سنت کے فصل الخطاب اور حجت ہونے کے مد نظر مسلمانوں کی امام حسینؑ سے محبت، خود مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت کا سبب بنے اور یہ محبت کہ جس پر سب کا اتفاق ہے اسلامی مذاہب کے اتحاد کا محور قرار پائے۔

مقدمہ

تقریب بین مذاہب کے منصوبوں، فرائض اور ارمانوں میں ان مبہم موضوعات کو صحیح اور واضح طریقہ سے بیان کرنا ہے جو مختلف وجوہ جیسے دین مبین کے معیاروں سے کم آشنائی اور اطمینان بخش مآخذ تک رسائی نہ ہونا وغیرہ جیسی چیزوں نے کج فکر اسلام دشمنوں کے فریب ونیرنگ کو بڑھاوا دیا اور اس طرح دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی روح ودماغ کو متاثر کیا ہے اور دوریاں بڑھتی چلی گئیں۔ایسے حالات میں ضروری ہے کہ حقیقت کے متلاشی دلوں سے ابہامات اور بے شمار سوالات کا زنگ چھڑانے کے لیے برادران اہل سنت کی کثرت کے پیش نظر، شیعہ اعتقادات سے ان کے افکار ونظریات کے ارتباط کو خود اہل سنت کے اصلی منابع سے حاصل کیاجائے۔ اہل سنت کے ماخذ ومنابع کی کثرت وتنوع کے پیش نظر، اس مقالہ میں امام حسینؑ کی

۱۔اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامی فلسفہ وعرفان، مذاہب اسلامی یونیورسٹی

شخصیت کا جائزہ ایسے ماخذ سے لیا گیا ہے جس میں امام حسینؑ کے بارے میں رسولؐ کا کردار واقوال، مسلمانوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور ہر قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں بہترین معان ومددگار ثابت ہوگا۔

اور اس طرح سے شیعہ وسنی کے درمیان پہلے سے زیادہ مضبوط ومستحکم، برادری اور بھائی چارہ کا رشتہ قائم وبرقرار ہوسکے گا۔

جہاں ''انسان کامل'' ایک ایسا حقیقی نمونہ واسوہ ہے کہ جس کی پیروی کرکے نوع بشر خود کو مطلوب کمالات سے نزدیک کرسکتی ہے، وہیں رسولؐ کے اہل بیتؑ ایسے نمایاں ترین نمونے ہیں کہ جن کو اسلام نے مکمل نمونہ کے عنوان سے متعارف کرایا ہے۔ ان میں حسینؑ بن علیؑ رسولؐ سے نسبت کے لحاظ سے خاص حیثیت اور زمانہ کے خاص حالات کے اعتبار سے مخصوص وقابل توجہ خصوصیات کے حامل ہیں آپ فقط آزاد اور اللہ والے انسان کے لیے ہی نمونہ نہیں ہیں بلکہ ظالموں کے ستم کے ستائے ہوئے لوگوں کے لیے مقاومت کی مثال اور احیاء حق اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں ایثار وفداکاری کا مظہر بھی ہیں۔

چنانچہ آج آپ کا نام مقاومت کی علامت اور آپ کی یاد قیام واستقامت کا راز ہے۔ واقعہ کربلا کا جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب اور خاندان پر ہوئے مظالم کے مد نظر تجزیہ کیا جاتا ہے تو یہ بہت بڑا ظلم اور روح انسانیت کی نہایت ہی پستی اور رذالت کا مظہر نظر آتا ہے۔ لیکن جب اسے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب وانصار کی مظلومیت کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہے تو یہ فضیلت وعظمت کی معراج اور انسانی فضائل کا اعلیٰ ترین موقع نظر آتا ہے۔ اسی لئے انسانیت کے ان بہترین نمونوں اور معیاروں کو انسانی فضیلتوں کی پرورش اور روح کی تربیت کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔

رسولؐ کی نظر میں امام حسینؑ کی قدر و منزلت

۱۔ امام حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار

بہت سی روایتوں میں نقل ہوا ہے کہ رسول نے فرمایا: ”حسن و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

یہ روایات متعدد سندوں سے رسولؐ کے مشہور اصحاب، جیسے ابن مسعود، حذیفہ، جابر، ابوبکر، عمر، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ اور انس بن مالک سے منقول ہیں اور ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ نے حسن و حسین علیہما السلام کی اس صفت کو بار بار بیان فرمایا ہے اور رسولؐ کے یہ الفاظ ”الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة“ مسلمانوں کے درمیان متواتر و مشہور رہے ہیں۔[1]

۲۔ حسینؑ رسولؐ کے پیارے

اس بارے میں بکثرت احادیث و روایات موجود ہیں کہ رسولؐ امام حسینؑ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور یہ محبت عام باپ کی بیٹے سے محبت جیسی نہیں تھی بلکہ اس کی بنیاد عشق و مودت اور روحی وحدت پر استوار تھی۔ اور مضبوط معنوی اتحاد و اتصال اور فکری توافق کی غماز تھی اور ”اِنَّهُمْ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُمْ“[2] یا یہ حدیث ”اَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ۔“[3] اسی عشق و محبت کی عکاس ہے۔

آخری جملہ کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل بیتؑ کا طرز فکر اور ان کی سیرت، رسولؐ کی رفتار و گفتار ہے اور ان کی جنگ و صلح رسولؐ کی جنگ و صلح ہے۔ یہ نکتہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ ان الفاظ کا کہنے والا اللہ کا رسولؐ

۱۔ سنن ابن ابی ماجہ، ج ۱، ص ۵۶، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، ج ۱، ص ۷ و ۱۵۲، الصواعق المحرقہ، ص ۱۸۰ و ۱۸۹، سنن ترمذی، ج ۱۳، ص ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۸، خصائص امیر المومنین، ص ۴۸۔ ۴۹ و ص ۵۳، مقتل الحسین خوارزمی، ص ۱۵۱۔

۲۔ نظم درر السمطین، ص ۱۰۱۔

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۵؛ سنن ترمذی، ج ۱۳، ص ۲۴۸۔

ہے جو گزاف گوئی اور بے جا مداح سرائی سے مبرا ومنزہ ہے۔ آپ کا قول وفعل انسان کے لیے حجت اور قانون ہے اور آپ کی حدیثیں "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى۔"[۱] کی بنیاد پر حقیقت کی ترجمان ہیں۔

جو حدیثیں رسولؐ کی مخصوص محبت کی غماز ہیں ان میں سے یعلی بن مرہ کی حدیث ہے کہ رسولؐ نے ایک دعوت میں جاتے ہوئے حسینؑ کو دیکھا آپؐ نے انہیں گود میں لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے (امام حسینؑ) ادھر ادھر دوڑنے لگے، رسولؐ ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ ان کا بوسہ لیا اور فرمایا: "حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔" حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الاسباطِ"[۲]۔

شرباصی، قاموس سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد "حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الاسباطِ وأُمّةٌ مِنَ الأُمَمِ"[۳] تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سبط کے معنی جماعت وقبیلہ کے ہیں اور احتمال ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہوں کہ حسین کے مقام ومرتبہ کی رفعت وبلندی ایک امت کے مرتبہ کے برابر ہے یا ایک امت کے اجر وثواب کے برابر ہے اور انہیں یہ اجر وثواب ان کی عظیم فضیلت اور کارکردگی کی بناء پر دیا جائے گا۔[۴]

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے حسن وحسینؑ کے بارے میں فرمایا: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔"[۵]۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو عزیز رکھ، اور ان سے محبت رکھنے والے کو بھی عزیز رکھ۔ خصوصاً امام حسینؑ کے بارے میں احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّ حُسَيْنًا فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ۔"[۶]

۱۔ نجم، ۳و۴

۲۔ سنن ابن ماجہ، ،ج ا، ص ۶۵؛ سنن ترمذی ج ۱۳، ص ۱۹۵۔۱۹۶؛ اسد الغابہ ج ۵، ص ۱۳۰، اور ص ۵۷۴؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۳۹۵؛ اور ج ۶، ص ۲۳۳۔

۳۔ القاموس المحیط، ص ۸۶۴۔

۴۔ حفیدۃ الرسول، ص ۴۰۔

۵۔ الاستیعاب ج ا، ص ۳۷۶، السیرۃ النبویۃ، ج ۳، ص ۳۶۸۔

۶۔ کنوز الحقائق، ج ا، ص ۴۴۔

''دوسری روایات جو رسولؐ کی اپنے سبط (نواسہ) سے شدید عشق و محبت کو بیان کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث ہے کہ '' دونوں دنیا کے میرے پھول ہیں'' حدیث کے الفاظ کے اختلاف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس مضمون کو مختلف الفاظ میں مکرر بیان کیا ہے۔ بعض حدیثوں میں فرمایا ہے: ''اِنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنیا'' بعض دوسری حدیثوں میں فرمایا ہے: ''اَلْوَلَدُ رَیْحَانَةٌ وَ رَیْحَانَتَیَّ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ''۔ یا ان دونوں حدیثوں سے مشابہ تعبیریں ہیں ان سب کا مضمون یہ ہے کہ ''فرزند، ایک خوشبودار پھول ہے اور اس دنیا (کے باغ) سے میرے خوشبودار پھول حسن و حسین ہیں۔''[۱]۔ دوسری جگہ رسولؐ، حضرت علیؑ سے فرماتے ہیں: ''سَلامُ اللّٰہِ عَلَیْكَ یا اَبَا الرَّیْحانَتَیْن۔''[۲]۔

امام حسینؑ سے رسولؐ کو غیر معمولی محبت والفت تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس محبت کے تجزیہ و تحلیل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ محبت صرف ایک جذباتی لگاؤ اور رشتہ داری کے تعلق سے تھی۔ بلکہ رسول اکرمؐ ''محبت'' اور ''عداوت'' کے تقابل سے استفادہ کرکے ثابت فرماتے ہیں کہ ان کے دوستوں اور اطاعت گذاروں کو ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہئے۔ اگر ان کے سچے پیروکار ہیں اور دنیا وآخرت میں کامیابی چاہتے ہیں اور دین اسلام کی زندگی سے عشق رکھتے ہیں انہیں تو رسولؐ کے محبوب سے محبت کرنا چاہئے اور ان سے محبت کی علامت ان کے قول و فعل کی اتباع کرنا ہے۔ در حقیقت رسولؐ کے قول و عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے محبوب سے عداوت خود رسولؐ سے عداوت ہے کہ جس کا نتیجہ دنیا وآخرت میں بدبختی و ناکامی ہے۔

فریقین کی کتب احادیث کے مضامین یہ ثابت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ اسلامی معاشرہ کی آئندہ روش سے آگاہ تھے لہٰذا آپ حق اور باطل کے راستہ کو ایک دوسرے سے مکمل طور پر جدا اور آشکار کرنا چاہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنی حدیثوں اور محبتوں کے ذریعہ حقیقت پسند لوگوں کو مستقبل میں اپنے خاندان کے

۱۔ بخاری ج ۲؛ ص ۱۸۸؛ سنن ترمذی، ج ۱۳، ص ۱۹۳؛ اسد الغابہ ج ۲، ص ۱۹؛ خصائص امیر المومنین ص ۵۴؛ کنز العمال ج ۲، ص ۲۲۰؛ الاصابہ ج ۱، ص ۳۳۲۔

۲ کنوز الحقائق ج ۱، ص ۱۴۵۔

خلاف ابھرنے والی عداوتوں اور کینہ توزیوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس بناء پر دوسری روایات میں رسولؐ نے اہل بیتؑ سے جنگ کو خود سے جنگ قرار دیا ہے: "أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ۔"[1]

بچوں سے والدین کی محبت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ان کا بوسہ لینا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اعراب (بدوؤں) میں یہ پاک انسانی احساس جو خاص جذباتی اقدار کا حامل ہے ختم ہو گیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے اعراب، رحم وشفقت، مہربانی اور نرم دلی کو ایک قسم کی کمزوری سمجھتے تھے اور سختی اور تندخوئی کو اقدار تصور کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت کے اعراب کی بری عادتوں از جملہ قتل وغارت گری، قطع رحمی، بے مہری، غیظ وغضب اور خونریزی کو تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[2]

زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں کی سنگ دلی کا ایک بڑا ثبوت بے گناہ بچیوں کو زندہ دفن کرنا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔[3] زمانہ جاہلیت کے بارے میں حضرت علیؑ نے بہت سے سبق آموز مطالب بیان کئے ہیں۔[4] زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بچہ کا بوسہ لینے کو عیب وعا تصور کیا جاتا تھا۔ اگر ان کے سامنے کوئی دوسرا اپنے بچہ کا بوسہ لیتا تھا تو انہیں عیب معلوم ہوتا تھا۔[5] رسول اکرمؐ رحمۃ اللعالمین تھے۔ اور رحمت میں وسعت قلبی کا مظاہرہ، خلوص، تمام لوگوں کے ساتھ مہر ومحبت سے پیش آنا اور ان کی عقل واحساس کو صحیح سمت دینا آپ کے بنیادی منصوبوں میں سے تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے اس پروگرام کا آغاز پہلے اہل بیتؑ سے کیا۔ چنانچہ فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد سے آپؐ کی پدرانہ شفقت حد کمال پر تھی اور آپؐ اپنے اس عمل سے ثابت کرتے تھے کہ حسن وحسین کا وجود آپ کے وجود کا امتداد ہے آپؐ ان کی بقاء کو اپنی بقاء جانتے تھے۔

۱۔ المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۱۷۹؛ المعجم الصغیر ج ۲، ص ۳؛ المعجم الکبیر ج ۳، ص ۴۰؛ کنز العمال ج ۱، ص ۹۷ اور ج ۱۳، ص ۶۴؛ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۱۳، ص ۲۱۸ اور ج ۱۴، ص ۱۵۷؛ اسد الغابہ ج ۳، ص ۱۱؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۲۲ اور ج ۳، ص ۲۵۸؛ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۲۲۳؛ المسند، ج ۲، ص ۴۴۲؛ مقتل خوارزمی، ص ۱۵۱۔

۲۔ تاریخ کامل ج ۱، ص ۵۰۲ اور اس کے بعد۔

۳۔ سورہ نحل، ۵۸۔۵۹؛ سورہ تکویر، ۸۔

۴۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۶، ۸۸۔ ۱۵۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۴۔

۵۔ پرتوی از عظمت امام حسین، ص ۴۰۔

اہل بیتؑ سے محبت پر رسولؐ کی تاکید جس کے بارے میں اہل سنت کی کتابوں میں بہت کچھ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کا سبب ہوئی کہ اہل سنت کے بعض صاحبان علم اس کا اذعان کریں۔ امام شافعی کہتے ہیں:

يَا آلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ

فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ

مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ[1]

اے رسول خداؐ کے اہل بیتؑ آپ حضرات سے محبت کرنا واجب ہے اس قرآن کے مطابق جس کو خدا نے نازل کیا ہے۔ آپ کی عظیم محبت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو شخص (نماز میں) آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ کے نزدیک امام حسینؑ کے محبوب ہونے کی ایک وجہ شاید دین کا احیاء اور اس کی حفاظت ہے، مخفی نہ رہے کہ اہل بیتؑ نے زمانہ وجگہ کے پیش نظر دین کو زندہ رکھنے کے لیے بہت سی ثقافتی اور سیاسی سرگرمیاں انجام دی ہیں۔ امام حسینؑ نے احیائے دین کے لیے ایسے زمانہ میں قیام کیا جس میں دین کا دفاع کرنے والے ہی دین کے خلاف ہوگئے تھے۔ ایک طرف یزید "لَعِبَتْ هاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلاَ خَبَرٌ جاءَ وَلاَ وَحْیٌ نَزَلْ"[2]۔ کا راگ الاپ رہا تھا، تو دوسری طرف لوگوں کے دینی عقائد کمزور ہوتے جارہے تھے، لوگ دین کے اصلی علوم ومعارف سے بیگانہ ہوچکے تھے۔ اسی لئے امام حسینؑ نے اپنے قیام کا ایک مقصد دین کا تحفظ اور بدعت کا خاتمہ بتایا ہے۔[3]۔ اور تمام لوگوں کو قانون شکن اور دین کے مخالفوں سے مقابلہ کی دعوت دی ہے۔

۱۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۸۸۔

۲۔ مقاتل الطالبیین، ص ۸۰۔

۳۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۲۶۶۔

بے شک امام حسینؑ کے قیام نے دین کو محفوظ اور اسے زندہ رکھنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، اس اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ سے رسول اکرمؐ کا اظہار محبت اور امام حسینؑ کا دین کو بچانے کے درمیان ایک خاص رابطہ ہے۔ درحقیقت رسول مستقبل کا علم رکھتے تھے اور جانتے تھے جس اسلام کا پودا میں نے لگایا ہے وہ حسینؑ کے قیام اور ان کی قربانی سے ایک تناور درخت بنے گا اور ان کا ایثار وفداکاری قیام قیامت تک دین کی حفاظت اور ترقی کا ضامن ہوگا۔

شاید امام حسینؑ سے رسولؐ کی محبت ووابستگی کا حقیقی راز اسرار مکتوم (مخفی رازوں) میں سے ہے، لیکن ایک قاصر عقل کے تجزیہ سے ممکن ہے ان دلائل کو بھی اس محبت کی تشریح میں شامل کیا جاسکے: (الف) حسینؑ کی عظمت وکرامت کے درجہ کی وضاحت۔ (ب) امام حسینؑ کی ہتک حرمت کے مقابلہ میں آپ کا احترام ومحبت۔ آپ پر پڑنے والی ہولناک مصیبت اس وقت آشکار ہوتی ہے جب انسان امام حسینؑ کے بچپن میں رسولؐ کو آپ کا استقبال کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہی حسینؑ ایک زمانہ میں ایسے غریب وبیکس ہوجاتے ہیں کہ کوئی شخص اس منزل پر اترنا پسند نہیں کرتا جہاں امام حسینؑ اترتے ہیں صرف اس خوف سے کہ کہیں آپ اس سے مدد طلب نہ کریں۔ اس بناء پر لوگ آپ سے بچ کر نکل جاتے تھے۔ (ج) رسولؐ، امام حسینؑ کو خوش رکھتے تھے تاکہ آپ کے غم واندوہ اور مظلومیت کی تلافی ہوسکے، کیونکہ اگر مقصد یہ ہو کہ ان کے غم واندوہ کا جبران ہوجائے تو اس کی تلافی کے لیے امام حسینؑ سے اس قدر محبت وشفقت اور ان پر ایسا لطف وعنایت ہونا ہی چاہیے۔

امام حسینؑ کی ایک غیر اکتسابی فضیلت کہ جس کی وجہ سے رسولؐ کو آپ سے شدید محبت تھی وہ یہ ہے کہ امام حسینؑ اہل بیتؑ میں سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ تھے۔ روایت میں ملتا ہے کہ امام حسینؑ کے سر کو ایک طشت میں رکھ کر جب ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو وہ تلوار یا ایک چھڑی سے آپ کی آنکھ اور ناک پر مار رہا تھا اور ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی خوبصورتی اور خوبیوں کا ذکر کر رہا تھا تو انس نے کہا کہ: یہ اللہ کے رسول سے سب (اہل بیت) سے زیادہ مشابہ تھے۔[1]

۱۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۸۸؛ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۰۔

۳۔امام حسینؑ کی شہادت

رسول کا روشن ترین اور نا قابل انکار معجزہ آپ کی وہ پیشین گوئیاں اور خبریں ہیں جو آپ نے مستقبل کے حوادث کے بارے میں بیان فرمائی ہیں۔تاریخ اسلام میں ان کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔اس کے علاوہ رسولؐ نے آئندہ رونما ہونے والے حوادث اور غیبی امور کے بارے میں جو خبریں دی تھی وہ وقوع پذیر بھی ہوئی ہیں۔

رسولؐ کی ایک غیبی خبر، امام حسینؑ کی شہادت کی پیشین گوئی ہے۔اس بارے میں چند احادیث شیعوں کے متعدد طرق سے اور اہل سنت کی احادیث وتراجم کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں جن کے یقینی اور صحیح ہونے کی تائید قرائن سے بھی ہوتی ہے۔ نیز یہ احادیث اپنے مضمون ومحتویٰ کے اعتبار سے حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔اس کے علاوہ بعض مذکورہ خبریں وقوع پذیر بھی ہوئی ہیں۔ذیل میں نمونہ کے طور پر چند حدیثیں نقل کی جارہی ہیں:

عائشہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: ”أَخْبَرَنِي جِبْرِيلُ أَنَّ ابْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بَعْدِي بِأَرْضِ الطَّفِّ، وَجَاءَنِي بِهَذِهِ التُّرْبَةِ، وَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهَا مَضْجَعَهُ۔“ جبرئیل نے مجھے بنایا ہے کہ میرے بعد میرا فرزند سرزمین طف (کربلا) میں قتل کیا جائے گا وہ میرے پاس یہ خاک (کربلا) لائے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ ان کی آرام گاہ (مزار) اسی میں بنے گی۔[۱]

دوسری اسناد میں عائشہ سے روایت ہے کہ ” اِنَّ جِبْرَئِيلَ اَرَانِيَ التُّرْبَةَ الَّتِي يُقْتَلُ عليهاَ الْحُسينُ فَاشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ علىٰ مَنْ يَسْفَكُ دَمَهُ “[۲] رسولؐ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے وہ سرزمین دکھائی ہے جس پر حسین قتل کئے جائیں گے پس خدا کا غضب اس پر شدید ہوگا جو ان کا خون بہائے گا۔

۱۔الصواعق المحرقۃ ص ۱۹۰؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۲۲۳۔
۲۔ایضاً۔

ام فضل بنت حارث سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا "أَتَانِي جِبْرَئِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا يعني الحسين وَ أَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاء۔"[۱]۔ میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھ سے بتایا کہ میری امت میرے فرزند حسین کو قتل کرے گی۔ اور میرے لیے سرخ رنگ کی تھوڑی خاک لائے ہیں۔ اس قسم کی روایتوں میں جو دلچسپ نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ خبریں لوگوں کے سامنے اس وقت بیان ہوئیں جب امام حسینؑ آپ کی آغوش میں یا آپ کے پاس تھے۔ اور اس خبر کو لانے والا وحی پہنچانے کا ذمہ دار اور خدا کا مقرب فرشتہ جبرئیل ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ خبریں اہم، یقینی اور ضرور پوری ہونے والی ہیں۔

احمد بن حنبل نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا فَقَالَ لِيْ اِنَّ اِبْنَكَ هٰذَا حُسَيْناً مَقْتُوْلٌ وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتَكَ مِنْ تُرْبَةِ الْاَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔"[۲] میرے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی میرے پاس نہیں آیا تھا، اس نے مجھے بتایا: آپ کا یہ فرزند حسین قتل کیا جائے گا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ سرزمین دکھا سکتا ہوں جس پر یہ قتل ہوں گے۔ پھر اس نے مجھے سرخ رنگ کی خاک دی۔

۴۔ حسینؑ کی مدد کرنا واجب ہے

بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی مدد کرنا واجب ہے۔ اگر مسلمان ان کی مدد کرتے تو تاریخ اسلام کا چہرہ کچھ اور ہوتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب امام حسینؑ آپ کی آغوش میں تھے اس وقت فرمایا: "انَّ ابْنِي هذا يُقْتَلُ فِي ارْضٍ يُقَالُ لَهَا الْعِرَاقُ فَمَنْ ادْرَكَهُ فَلْيَنْصُرْهُ۔"[۳] بیشک میرا یہ بیٹا اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جسے عراق کہتے ہیں لہٰذا جو بھی اس وقت موجود ہو اسے چاہئے کہ ان (حسین) کی مدد کرے۔

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹۰؛ مقتل الحسین، خوارزمی، ص ۲۳۲۔ ۲۳۳۔
۲۔ ینابیع المودۃ، ج ۳، ص ۱۱۔
۳۔ اسد الغابہ، ج ۱، ص ۳۴۹؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۶۶ و ص ۲۶۸۔

انس بن حارث نے رسولؐ سے منقول ایک دوسری روایت میں ذکر کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: "اِنَّ ابْنِی ھٰذا یُقْتَلُ بِاَرْضٍ مِنَ الْعِراقِ یُقالُ لَھا کَرْبَلا فَمَنْ شَھِدَ ذٰلِکَ مِنْھُم فَلْیَنصُرْہُ"[۱]۔ اس روایت میں آپ اپنے فرزند کے محل شہادت (کربلا) کا نام صریح طور پر بیان کرتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں عبداللہ کہتے ہیں: میں نے رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: "حُسَیْنٌ مَقْتُولٌ فَلَئِنْ خَذُلُوہُ وَلَمْ یَنْصُرُوہُ لَیَخْذُلَنَّھُمُ اللہُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔"[۲]۔ حسین قتل کئے جائیں گے لیکن اگر موجود لوگ ان کا ساتھ نہیں دیں گے، انہیں اکیلا چھوڑ دیں گے، اور نصرت سے گریز کریں گے تو خدا انہیں قیامت تک (ان کے حال پر) چھوڑ دے گا اور کبھی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا۔

اس باب میں رسولؐ سے کثیر تعداد میں حدیثوں کے وارد ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام حسینؑ کے لیے شہادت لکھ دی گئی تھی اور شہادت آپ کے عظیم فضائل وافتخارات میں سے ایک تھی۔ اہل سنت کے طرق سے منقول روایات کی رو سے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر رسول خداؐ نے دی تھی اور آنحضرتؐ ان خبروں کو یاد کر کے حسینؑ کا غم منایا کرتے تھے۔ رسولؐ کے اعمال وافعال کا مسلمانوں کے لیے حجت و فصل الخطاب ہونا اور اسی طرح امت کے لئے آپ کا اسوۂ حسنہ ہونا تمام مسلمانوں کے نزدیک حتمی اور امر مسلم ہے۔ اہلسنت حضرات بھی رسول اکرمؐ کی سیرت کو حجت اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ اس لئے امام حسینؑ کی شہادت سے متعلق روایتیں آپ کی مظلومی کی یاد دلاتی ہیں اور امام حسینؑ کے حوالہ سے رسولؐ کے کردار کو ایک قابل پیروی سنت اور خدا سے قریب کرنے والا عمل بتاتی ہیں۔

امام حسینؑ کی اخلاقی شخصیت اور آپؑ کا نمونہ عمل ہونا

یہ بات واضح اور روشن ہے کہ انسانوں کی حقیقی قدر وقیمت ان کے فضائل وکمالات ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ گرچہ لوگ ظاہری اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن یہ فرق امتیاز کا سبب نہیں ہے۔ حقیقی برتری وامتیاز کا سبب معنوی واخلاقی فضائل وکمالات کو خود میں پیدا کرنا ہے اور بس۔ لوگوں کا علم واخلاق، ان

۱۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۲۶۔

۲۔ مقتل الحسین، خوارزمی، ص ۲۷۹۔

کے کمالات ان کے سیر و سلوک کے مراحل، ان کے طے کردہ معنوی مراتب اور سعادتوں کا پتہ دیتے ہیں۔ انسان ذاتی طور پر نیک اخلاق کا شیفتہ و شیدائی ہوتا ہے اور مکارم اخلاق والوں سے محبت کرتا ہے، ان کے اخلاقی فضائل سے متاثر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کے لیے اچھے اسوہ یا نمونہ بن سکتے ہیں اور مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

امام حسینؑ مصداق مکارم اخلاق ہیں۔ آپ انسان کی ترقی و تکامل کا راز اور نبی کریم ؐ کے اخلاق وعادات حسنہ کا تسلسل ہیں۔ رسولؐ کے روحانی ومعنوی اخلاق کی جھلک آپ کے وجود سے آشکار تھی۔ اس بناء پر آپؑ کے انسانی ومعنوی کمالات ہمارے آج کے زمانہ میں، اخلاق اور فضائل سے عاری حالات میں، تمام انسانوں کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔

بنی امیہ نے آپ کی شہادت کے بعد ساٹھ سال تک آپ پر اور آپ کے پدر بزرگوار پر لعنت کی لیکن کوئی آپ کے ورع، پاک دامنی اور احکام دین کی پابندی کے بارے میں الزام نہیں لگا سکا، بلکہ کسی معمولی کوتاہی کی بھی تہمت تک نہیں لگا سکا، اگرچہ وہ امام حسینؑ میں اپنے خلاف خروج وبغاوت کے علاوہ کچھ کہنا یا عیب لگانا چاہتے تھے لیکن نہ خود ایسا کر سکے اور نہ ہی ان کے نوکر چاکر امام حسینؑ میں کوئی عیب نکال سکے۔[۱]

ماحصل گفتگو یہ ہے کہ روحی ومعنوی کمالات کے حصول میں امام حسینؑ امت اسلامی کے لیے اسی طرح مثال ہیں جس طرح انبیاء اور الٰہی نمائندے نمونہ ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ سے فقط انقلاب اور ظلم ستیزی ہی کا سبق نہیں ملتا بلکہ عبودیت، مروت، جوانمردی، قرآن سے انس اور تہجد گزاری اور انسان کی تکریم کا بھی سبق لیا جا سکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں آپ کے بعض فضائل اور مکارم اخلاق کو اہل سنت کی کتابوں کے حوالے سے نقل کیا جارہا ہے جو اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کے لیے اسوہ بن سکتے ہیں اور آپ کے ذریعہ شیعہ، سنی معاشرہ کی ایمانی اور ثقافتی قرابت ونزدیکی میں مدد ہو سکتی ہے اور آپ کی ذات گرامی اور بلند اوصاف وکمالات بین مذاہب اتحاد وقربت کا سبب ہو سکتے ہیں:

۱۔ ابوالشہداء الحسین بن علیؑ، ص ۱۳۶ و ص ۱۴۴۔

ا۔ امام حسینؑ کی عبادت

روایت ہے کہ امام حسینؑ صاحب فضیلت اور دین سے متمسک تھے آپ بڑے نمازی، روزہ دار اور زیادہ حج کرنے والے تھے: "کَانَ الْحُسینُ فَاضِلاً دِیْناً کَثِیْرَ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ۔"[۱] آپ کی عبادت کے بارے میں عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں "لَقَدْ کَانَ قَوَّاماً بِاللَّیْلِ صَوَّاماً بِالنَّھَارِ" آپ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں بھی پڑھتے تھے اور ماہ رمضان کے علاوہ دوسرے روزے بھی رکھتے تھے۔ اور کسی سال بھی خانہ خدا کا حج آپ سے نہیں چھوٹتا تھا مگر یہ کہ آپؑ حج ترک کرنے پر مجبور ہوں[۲]۔ روز عاشورہ عین جنگ کے دوران آپ نے نماز ظہر ادا کی تاکہ امت اسلامی کو یہ بتا دیا جائے کہ آپؑ نے دین اور نماز کے لیے جان دی ہے۔ امام حسینؑ نماز پڑھ رہے تھے اور سعید بن عبداللہ حنفی امام کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہیں تاکہ آپ دشمنوں کے تیروں سے محفوظ رہیں۔[۳]

خدا کی بارگاہ میں امام کی عبودیت ودعا اور پرستش وعاجزی کی حالت کا عرفہ کے روز آپ کی معروف دعا (دعائے عرفہ)، اسی طرح شب عاشورہ آپ کی نماز، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۲۔ امام حسینؑ کی سخاوت

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابوہشام قنّاد سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ سے امام حسینؑ کے لیے کچھ سامان لایا کرتے تھے اور آپ اپنی جگہ سے اٹھے بغیر، اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔[۴] امام حسینؑ اپنی مدینہ کی زندگی میں اپنی سخاوت اور بزرگواری کے ذریعہ حاجت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتے رہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کھانے پینے کا سامان کندھے پر رکھ کر یتیموں، فقیروں اور ضرورت مند بیواؤں کے گھر پہنچاتے تھے۔ اسی لئے طرح محروموں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کا سلیقہ بھی آپؑ ہی سے سیکھنا چاہئے۔

۱۔ اسد الغابہ ج ۲، ص ۲۰؛ الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۷۸۔
۲۔ ابوالشہداء الحسین بن علیؑ، ص ۱۴۵۔
۳۔ مقتل الحسین، ابومخنف، ص ۱۴۸۔
۴۔ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۱۴، ص ۱۸۵۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ کا گذر کچھ فقیروں کی طرف سے ہوا جو زمین پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ جیسے ہی ان کی نظر فرزند رسولؐ پر پڑی انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ گھوڑے سے اترے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ پھر فرمایا: "قَدْ اَجِبْتُکُمْ فَاَجِیْبُوْنِیْ" (میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو) اس طرح ان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور ان کی پذیرائی وضیافت کی[1]۔ تواریخ وتراجم کی کتابوں میں آپ کی سخاوت وبزرگواری کی بہت سی داستانیں نقل ہوئی ہیں۔

۳۔ امام حسینؑ کا الٰہی ادب

امام حسینؑ اجتماعی آداب اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں بے نظیر تھے۔ عفو ودرگزر کرنا آپ کی عادت تھی۔ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص میرے ایک کان میں مجھے برا بھلا کہے اور دوسرے کان کی طرف سے مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے معاف کردوں گا۔ اس لیے کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ آپ نے میرے جد رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "لَا یَرِدُ الحَوضَ مَن لَم یَقبَلِ المَعذِرَۃَ مِن مُحِقٍّ أو مُبطِلٍ" یعنی وہ شخص میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچے گا جو کسی کا عذر قبول نہیں کرتا ہے۔ خواہ عذر کرنے والا حق کہے یا باطل (یعنی سچ کہے یا جھوٹ)۔[2]

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں حسینؑ کی خدمت میں تھا اتنے میں ایک چھوٹی کنیز آپ کی خدمت میں گلدستہ لائی۔ آپ نے فرمایا: "تم خدا کے لیے آزاد ہو" انس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ایک گلدستہ دینے پر آپ نے کنیز کو آزاد کر دیا؟! فرمایا: خدا نے ہی تو ہمیں ایسا ادب سکھایا ہے، وہ فرماتا ہے: "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا"[3]۔ اس گلدستہ سے بہتر اسے آزاد کرنا تھا۔[4]

۱۔ ابوالشہداء الحسین بن علیؑ، ص ۱۴۰۔
۲۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۳۷۸۔
۳۔ نساء، ۸۶۔
۴۔ ابوالشہداء الحسین بن علیؑ، ص ۱۴۵۔

۴۔ تعلیم وتربیت کی اہمیت

تاریخی دستاویزوں میں لکھا ہے کہ جب معلم نے امام حسینؑ کے کسی فرزند کو سورہ حمد سکھایا تو آپ نے معلم کو ایک ہزار دینار اور ایک ہزار حلے انعام کے طور پر دیئے اور اس کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا۔ اس بخشش پر کسی نے اعتراض کیا اور اس عطا کو اسراف بتایا تو امام نے فرمایا: "اس نے جو (علم) دیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ اس نے میرے بچہ کو سورہ حمد سکھائی ہے"۔ اس وقت آپ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ اس طرح ہے: "جب تمہارے لیے دنیا سخی وکریم ہو تو تم بھی دنیا میں لوگوں کے لیے سخی وکریم بن جاؤ۔ قبل اس کے کہ مال تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اگر دنیا تمہاری طرف آرہی ہے تو اس کی آمد میں کوئی سخاوت رکاوٹ نہ بنے کیونکہ اگر دنیا تم سے منھ پھیر رہی ہے تو کوئی بھی بخل اسے نہیں روک سکتا۔"[۱]۔

۵۔ راضی بر قضائے الٰہی

کربلا کی طرف جاتے وقت امام حسینؑ نے اس امید کا اظہار فرمایا کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لیے ارادہ کیا ہے وہ نیک اور اچھا ہی ہوگا، چاہے ہمیں فتح حاصل ہو یا شہادت نصیب ہو: "لَأَرْجُو أَنْ يَّكُونَ خَيْراً مَّا أَرَادَ اللهُ بنا قُتِلْنَا أَمْ ظُفِرْنَا۔"[۲] یہ جملہ بندگی میں آپ کے خلوص، خدا کے فیصلہ پر راضی ہونے اور آپ کے جہاد وشہادت میں خدائی رنگ کی حکایت کر رہا ہے۔

۶۔ اصحاب کی تربیت

نوع انسان کے اندر ایمان، ایثار وفداکاری، حق کی تعظیم، ذمہ داری کا احساس، پستی وذلت سے اجتناب اور موت کے تئیں شجاعت جیسے عظیم وبالا صفتوں سے بہتر وبرتر صفات نہیں ہیں اور کربلا پہنچتے ہی یہ سارے صفات کاروان حسینی میں جلوہ گر ہوگئے۔ ان جلیل القدر نفوس کی استقامت اخلاق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوگئے، وہ ایسے نہیں تھے جنھوں نے موت سے بچنے کے لیے ایک بات کہی ہو یا ایک قدم پیچھے ہٹایا ہو یا موت سے بچنے کے لیے میدان سے فرار کا خیال آیا ہو، سب نے تشنہ لبی کی حالت میں امام

۱۔ فیض الدموع، ص ۸۷۔
۲۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۴، ص ۳۰۶۔

حسینؑ کے ساتھ نیزہ و شمشیر سے قتل ہو کر مرنا پسند کیا اور کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ مرنے سے گریز کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام کیا، کیونکہ انہوں نے دنیا کی متاع زندگی پر جمال اخلاق کو ترجیح دی تھی۔[۱]

امام حسینؑ کے دیگر اخلاقی فضائل جیسے علم و دانش، عدل پسندی، زہد، تواضع وانکساری، خالص ایمان، شجاعت، بلند ہمتی و شہامت، صبر و شکیبائی سے احادیث و تواریخ کے صفحات مملو ہیں۔ بے شک اسلام میں اور مسلمانوں کے درمیان جو آپ کا خاص مرتبہ ہے وہ انہیں اخلاقی فضائل اور بے نظیر روحی کمالات کی بنیاد پر ہے۔ طاقت فرسا اور شدائد حالات کے مقابلہ میں آپ کی ثابت قدمی، شرافت و شہامت، ایمان حقیقی اور شہادت، تمام امت اسلامی بالخصوص شیعہ و سنی، کے لیے الہام بخش اور نمونہ ہے۔

عدل خواہی کے قیام میں امام حسینؑ کا نمونہ عمل ہونا

امام حسینؑ کا اپنے بعد اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپؑ کو شیعہ، سنی کی عظیم شخصیتوں نے اسوہ حسنہ مانا ہے اور حصول آزادی کی تحریک اور عدل خواہی کے انقلابات میں آپ کی ذات گرامی ان کے لئے رہنما ہی ہے۔ اس انقلاب و قیام کے خصوصیات جو حقیقت و عدل خواہی کے انقلابات میں شیعہ، سنی معاشرہ کے لئے نمونہ بن سکتی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:[۲]

۱۔ شجاع اور واقف کار رہبر

اس تحریک کے رہبر و قائد نے سختیوں اور مشقتوں کو نہ صرف یہ کہ جان کے بدلے خریدا تھا بلکہ ان کی خواتین اور بچے، اقرباء بھی جنگ و اسیری اور ہر قسم کی مشکل میں دوسروں سے زیادہ آگے آگے نظر آتے تھے، اور بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ان تمام مصائب و مشکلات کے باوجود امام حسینؑ ذرہ برابر بھی کمزور یا ضعیف نظر نہیں آئے، اور نہ ہی ہراساں ہوئے، آپ نے کہیں پر بھی بے صبری اور عجلت پسندی سے کام نہیں لیا۔[۳]

۱۔ ابوالشہداء الحسین بن علیؑ، ص ۱۳۶ و ص ۱۴۴۔

۲۔ انقلاب کربلا از دیدگاہ اہل سنت، تلخیص و تصرف کے ساتھ، ص ۲۷۷۔ و ص ۲۸۱۔

۳۔ العبر فی خبر من غیر، ج ۱، ص ۶۵۔

آپ زندگی کے آخری لمحہ تک آزادی، بندگی اور ایمان کا نعرہ لگاتے رہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: "یا شیعَةَ آلِ أَبی سُفْیانَ! إِنْ لَمْ یَکُنْ لَکُمْ دینٌ، وَ کُنْتُمْ لا تَخافُونَ الْمَعادَ، فَکُونُوا أَحْراراً فی دُنْیاکُمْ"[1] (اے ابوسفیان کی اولاد پیروکار! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے تو تم اپنی دنیا میں ہی آزاد ہو جاؤ) یہ جملہ آپ نے اس وقت فرمایا جب دشمن، عرب میں رائج انسانیت اور جوانمردی کے اصول کے برخلاف خیمے لوٹ رہے تھے، ان میں آگ لگا رہے تھے اور عورتوں اور بچوں پر ظلم کر رہے تھے۔[2]

۲۔ بے نظیر اصحاب و انصار

امام حسینؑ کے اصحاب و انصار خود آپ کے فرمان کے مطابق تاریخ کے باوفاترین اور بے مثل انصار تھے۔ وہ اپنے قتل ہونے کے یقین کے باوجود اپنے امام سے وابستہ رہے۔ انہوں نے دین اور سنت رسول کو زندہ رکھنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور بدعتوں سے جنگ کرنے میں ایسی مردانہ استقامت کا ثبوت دیا جو جہاد اور جنگوں کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ شب عاشور امام حسینؑ کا اپنی بیعت اٹھا لینے کے باوجود انہوں نے امام کا ساتھ نہیں چھوڑا اور قوی عقیدہ و حوصلہ، مبدا و معاد پر خالص ایمان اور وفاداری و جوانمردی کے ساتھ دشمن سے جنگ کرتے رہے۔[3]

۳۔ پیغام رساں خاندان

امام حسینؑ کا خاندان شروع سے ہی ہر جگہ آپ کے ساتھ تھا اور جلا وطنی، طولانی سفر، راستہ کا خوف، کوفیوں کی عہد شکنی، تشنگی اور عزیزوں کی مفارقت کا داغ جیسی تمام مشکلوں کو برداشت کیا۔ بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس نے اسیری کے زمانہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہیدوں کے مقاصد وارمانوں کی تبلیغ اور دشمن کو ذلیل و رسوا کرکے اس کے مظالم کو آشکار کیا۔ انہوں نے کوفہ سے شام تک راستہ میں واقع ہر شہر و دیہات تک یہ پیغام پہنچایا۔ یہ ان کی تبلیغ ہی کا فیض تھا کہ امام حسینؑ کی عزا اور یزید ابن زیاد سے نفرت و بیزاری کی

۱۔ شذرات الذہب ج ۱، ص ۶۷۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۷۹؛ ینابیع المودۃ، ج ۳، ص ۷۔

۳۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۴۱۸۔۴۲۲۔

مجلس منعقد ہوئی جس کی بناء پر دشمن اس ظلم سے اپنا دامن بچانے اور اس کی ذمہ داری کارندوں اور ایک دوسروں پر ڈالنے کے لیے مجبور ہوئے۔[1]

ایک سنی محقق علایلی راقم ہیں:

امام حسینؑ سے متعلق تاریخ وروایات سے جو چیز معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نہایت ہی احتیاط وہوشیاری کے ساتھ کچھ اس طرح سے اپنے جد بزرگوار کی پیروی کررہے تھے کہ آپ ہر اعتبار سے رسولؐ کا مکمل نمونہ تھے۔ آپ ایک ایسے شخص تھے جس کے تمام حالات، حرکات وسکنات اور تفکر وتدبر خدائی رنگ لئے ہوئے تھے، اور دوسری طرف وہ میدان جہاد میں فداکارانہ طریقہ سے شمشیر زنی بھی کررہے تھے۔ آپ کو اپنی پرواہ نہیں تھی، کوئی بھی چیز انہیں اپنے فریضہ اور ذمہ داری کی انجام دہی سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ اگر ہم امام حسینؑ کو بزرگوں اور باشخصیت لوگوں پر ترجیح دیتے ہیں تو صرف اس بناء پر نہیں کہ ہم نے ایک ایسے عظیم شخص کو ترجیح دی ہے جس سے عظمت میں ہر عظیم شخص کم ہے اور ہم اس شخص کو برتری دیتے ہیں کہ جو ہر شخصیت سے بالاتر ہے بلکہ ہمارا ان کو ترجیح دینا کوئی نیا اور انوکھا کام نہیں ہے کیونکہ مردان تاریخ نے زمینی عظمت وبزرگی حاصل کرنے کے لیے اپنی عمریں گنوائی ہیں لیکن امام حسینؑ نے آسمانی عظمت وبزرگی حاصل کرنے کی خاطر اپنی جان فدا کی ہے اور ایسا شخص سیکڑوں کیا ہزاروں سے بھی کہیں بلند وبرتر ہے۔ ایسے شخص کو جس زاویہ سے بھی دیکھیں گے، اسے ہر اعتبار سے عظیم پائیں گے اور عظمت کی معراج پر ملاحظہ کریں گے اور اسے عظمتوں سے مالامال اور بزرگیوں کا نقطۂ اتصال پائیں گے۔ اسی لئے ان کی یاد اور ان کے حالات کا ذکر فقط ایک عظیم انسان کا ذکر نہیں ہے بلکہ انسانیت کا دائمی ذکر ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہے کہ ہمیشہ ان کی یاد منائی جائے اور آپ کی شخصیت کو اپنے نفس کے الہام کا سرچشمہ قرار دینا چاہئے کیونکہ وہ اس الٰہی الہام کا سرچشمہ ہیں جس نے اس زمان ومکان کے انوار کو بخوبی دیکھا ہے کہ وہ ہر لحظہ آسمان وزمین میں درخشندگی کے ساتھ نفوذ کرتا ہے اور کسی حد واندازہ میں نہیں سماتا ہے، کیونکہ خدا کا نور محدود اور رکنے والا نہیں ہے۔[2]

۱۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۴۵۴۔۴۶۵۔
۲۔ پرتوی از عظمت حسین، ص ۱۵۱، ۱۵۲۔

امام حسینؑ کے بارے میں بعض معاصر صاحب نظر اہل سنت کے افکار وخیالات

پاکستانی شیعہ رہبر محمد علی جناح کہتے ہیں: ''دنیا امام حسینؑ سے بہتر شجاعت کا نمونہ پیش نہیں کر سکی، میرے خیال میں دنیا کو چاہئے کہ اس شہید کو اپنا سر مشق اور نمونہ قرار دیتے ہوئے پیروی کرے جس نے سرزمین عراق پر اپنی قربانی دی ہے''[1]۔ آج کا مشاہدہ ہے کہ تمام مسلمان امام حسینؑ کو اپنے لئے سر مشق اور نمونہ قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں اہل سنت کا اہتمام قابل غور ہے۔

اہل سنت کے بعض معاصر اہل نظر وصاحبان قلم نے اپنی تحریروں اور بیانات میں امام حسینؑ کی مثالی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ تحریک حسینیؑ کو ایک ایسی منظم اور مضبوط سیاسی آئیڈیالوجی سمجھتے ہیں جو تاریخی دشمنیوں کا ایک عامل وسبب قرار دینے کے بجائے شیعہ و سنی کی آپسی ہمدردی اور ایک دوسرے کو سمجھنے، قریب کرنے کا باعث اور اپنے اصلی دشمن کے مقابلہ وحدت و تقویت کا سبب ہے۔ یہ معاصر اہل نظر و صاحب قلم، تحریک حسینی کی قابل قبول تصویر پیش کرتے ہیں، یہ ماضی کے ابن عربی جیسے لوگوں کے نظریات وافکار جو لکھتے ہیں کہ '': تحریک حسینی کو کچلنے والوں نے رسولؐ کی حدیث پر عمل کیا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ''جو بھی امت اسلامی کے درمیان تفرقہ اندازی کرنا چاہے اسے تلواروں کی طاقت سے دبادو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔''[2] اس کے برخلاف معاصر سنی محقق اور صاحبان قلم ہرگز امام حسینؑ کو قصوروار نہیں ٹھہراتے اور بالکل یزید کا دفاع نہیں کرتے۔ یہ اور بات ہے کہ چند جگہوں پر منجملہ قیام امام حسینؑ کے مقاصد اور ایسے کچھ دیگر مسائل کے بارے میں شیعوں سے اختلاف نظر رکھتے ہیں۔ یہ نظریات ہمیشہ مائل بہ ارتقاء اور وسعت پذیر رہے ہیں اور اہل سنت میں سے بہت سے اسی کے طرفدار ہیں ذیل میں ان کے اقوال کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

عظیم مصلح شیخ محمد عبدہ کہتے ہیں: ''جب دنیا میں عادل حکومت موجود ہے اور اس کا مقصد شریعت کا نفاذ اور الٰہی حدود قائم کرنا ہے اور اس کے مقابلہ میں ایک ظالم حکومت ہے جو عادل حکومت کو برباد کرنا چاہتی ہے

۱۔ العواصم من القواصم، ج ۲، ص ۲۳۲۔

۲۔ درسی کہ حسین بہ انسانھا آموخت، ص ۷۴۴۔

تو اس وقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ عادل حکومت کی مدد کرے۔ اور اسی حکم میں امام حسینؑ کا انقلاب بھی ہے کہ وہ یزید پلید اور لعنتی کی حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے۔"[۱]

اقبال لاہوری جو کہ مفکر، عارف اور پاکستانی سربرآوردہ شاعر اور اس زمانہ میں اہل سنت کے دانشوروں میں انکا شمار ہوتا ہے انہوں نے اپنے دیوان میں امام حسینؑ اور حق و حقیقت سے آپ کے عشق اور امام کی پیروی کے لازم ہونے اور آپ کے انقلاب سے آزادی وآزادگی کا سبق لینے کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے واضح طور پر فرماتے ہیں:

زآتش او شعله‌ها افروختیم

رمز قرآن از حسین آموختیم

تازه از تکبیر او ایمان هنوز

تار ما از زخمه‌اش لرزان هنوز

اشك ما بر خاك پاك او رسان

اے صبا اے پیك دور افتادگان[۲]

ہم نے امام حسینؑ کی آتش (عشق) سے بہت سے شعلے روشن کئے ہیں، قرآن کا راز ہم نے حسین سے سیکھا ہے۔ ان کی تکبیر سے دین وایمان ابھی تک زندہ ہے ان کے ساز سے ابھی تک ہماری رگ حیات میں حرکت ہے۔ اے صبا اے دور رہنے والوں کی قاصد ان کی خاک (تربت) پاک پر ہمارے اشکوں کا نذرانہ پہنچادے۔

اقبال لاہوری نے محرم اور امام حسینؑ کی عزاداری کو زندہ رکھنے کی اہمیت کو اپنے اشعار و قلم کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ اقبال، امام حسینؑ کی مدح و ستائش اور انقلاب عاشورہ کے بارے میں دیگر اہل سنت شعرا سے

۱۔ تفسیر المنار، ج۱، ص ۳۶۷، ج ۲، ص ۱۸۳۔
۲۔ کلیات اشعار، ص ۷۴۔۷۵۔

ممتاز و منفرد مقام رکھتے ہیں۔ تحریک کربلا پر ان کی توجہ اور ان کا اس تحریک کو فارسی کے منظوم ادبیات میں داخل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انقلاب حسینی اہل سنت کے جدید سیاسی افکار، ہنر (آرٹ) اور ان کے ادبیات میں داخل ہوگیا ہے۔ ان کے نقطۂ نظر سے امام حسینؑ سوئی ہوئی ملت مسلمہ کو بیدار کرنے اور انہیں جہاد اور فداکارانہ شہادت پر ابھارنے کے لیے مکمل نمونہ اور کامل شخصیت اور قرآن کے خفیہ راز کے مفسر ہیں۔[1] ہیں۔[1]

سید قطب لکھتے ہیں: ''حسین کی شہادت اتنی عظیم ہے کہ اس نے سوئے ہوئے ضمیروں اور ذہنوں کو بیدار کرکے انقلاب عظیم رقم کیا ہے۔ ان کی شہادت ظاہری طور پر اور چھوٹے انسانی معیار کی رو سے، شکست معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں اور خدا کے عظیم معیار کی رو سے یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ روئے زمین پر حسین جیسا کوئی شہید نہیں ہے کہ جس کے عشق و محبت میں دل تڑپتے ہوں اور دل اس کی مہر و محبت سے لبریز ہوں اور شیعہ سنی مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ان کی غیرت و فداکاری سے جوش پیدا ہو جائے۔ بہت سے لوگوں نے ہزار سال کی زندگی پائی لیکن اپنے عقیدہ و دعوت کو عام نہ کر سکے امام حسینؑ نے اپنے عقیدہ اور دعوت کو اپنی شہادت کے ذریعہ ثابت اور استوار کیا ہے۔ امام حسینؑ کے خطبہ کے علاوہ کوئی بھی خطبہ نہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر سکا اور نہ لاکھوں انسانوں کو ان کے عظیم کارناموں کی طرف متوجہ کر سکا۔''[2]

عبداللہ علایلی لکھتے ہیں: ''ہر شخص کی زندگی میں دو دن ہوتے ہیں۔ ایک زندہ ہونے کا دن اور ایک مرنے کا دن۔ لیکن امام حسینؑ کے پاس صرف ایک دن تھا اور وہ ہے۔ ''زندہ ہونے اور حیات کا دن'' کیونکہ وہ زندہ ہونے کے بعد کبھی نہیں مرے۔ انہوں نے اپنی زندگی، پاک عقیدہ، عظیم مقصد اور مقدس ارمان کی نذر کر دی۔ اسی وجہ سے دنیا میں حق، حقیقت اور اسلام زندہ ہے اور وہ خود بھی زندہ ہیں۔''[3]۔

دوسری جگہ رقمطراز ہیں: ''آج ہمیں ہر زمانہ سے زیادہ حسین جیسے مجاہد و رہبر اور پیشوا کی ضرورت ہے تاکہ ہم ان کی پیروی کرتے ہوئے، ان کی راہ پر چلتے ہوئے ان کے وجود کی روشنی میں اپنی خواہشوں اور

۱۔ امام حسینؑ در منظر اہل سنت و تشیع، ج۱۱، ص ۳۱۶۔
۲۔ فی ظلال القرآن، ج ۱۲، ص ۴۱۶۔۴۱۷۔
۳۔ الامام الحسین، ص ۸۸۔

رجحانات کو معتدل کر سکیں۔ مجھے مورخوں پر تعجب ہوتا ہے جو امام حسینؑ کو ان کے انقلاب کی وجہ سے برا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ ہم ہمیشہ ان سورماؤں کو سلام کرتے ہیں جنہوں نے موجودہ حالات کو بدل کر ان کی جگہ مطلوبہ حالات لانے کے لیے اپنے زمانہ کی فاسد حکومتوں کے خلاف قیام کیا، اس میں شک نہیں کہ امام حسینؑ انہیں سورماؤں بلکہ ان سب سے بڑے تھے۔"[۱]

مصر کا صاحب قلم اور ادیب عباس محمود عقاد لکھتا ہے: "امام حسینؑ کے قیام نے ظالموں کو کچلنے والے اور آزاد ہاتھوں کے ذریعہ طاغوتیوں کی نابودی کے لئے جو آثار چھوڑے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ زمانہ اور رقبہ کے اعتبار سے امویوں کی وسیع و عریض ظالم حکومت، ایک شخص کے ایک روز کے قیام کے نتیجہ میں پاش پاش ہو گئی، کیونکہ شیعہ اور آزاد مرد ہمیشہ حسین بن علی کے مقصد کے حصول میں کوشاں رہے ہیں جس کے نتیجہ میں روز عاشورہ سے حسینیوں کے ظاہری نقصان کی بہ نسبت دشمنوں کو زیادہ اور حقیقی نقصان پہنچا ہے۔ امام حسینؑ کی تحریک تاریخ کی ایک ایسی بے نظیر تحریک ہے جو دینی دعوتوں یا سیاسی تحریکوں میں آج تک نظر آتی ہے۔"[۲]

نتیجہ

اہل سنت کی احادیث کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسینؑ رسولؐ کی نظر میں عظیم المرتبت، صاحب منزلت اور آپ سے نہایت قریب تھے۔ رسولؐ ہمیشہ آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ رسولؐ کی سیرت وسنت، شیعہ اور سنی نقطۂ نظر سے واجب الاتباع اور حجت ہے۔ واضح ہے کہ امام حسینؑ سے رسولؐ کی غیر معمولی محبت اور رسولؐ کے محبوب سے امت اسلامیہ کی محبت آنحضرتؐ کی سنت کے اتباع میں افراد کے فردی واجتماعی عمل میں کچھ لوازمات واثرات کی حامل ہے جیسے مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور آپسی عداوت سے اجتناب۔ بعبارت دیگر، رسولؐ کے محبوب سے محبت کرنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے محب و محبوب بن جائیں۔ دوسری طرف، امام حسینؑ ایسے بے نظیر روحی و معنوی فضائل کے حامل ہیں جو دوسرے کسی فرد میں نہیں پائے جاتے۔ ان تمام باتوں نے انہیں ایسی بے بدیل شخصیت بنا دیا ہے جو تاریخ میں انقلابی تحریک کے لئے نمونہ اور بہت سے قیاموں کے لئے اسوہ قرار پائی اور بہت سے علاقوں

۱۔ الامام الحسین، ص ۱۵ و ص ۲۸۔
۲۔ ابوالشہداء الحسین، بن علیؑ، ص ۱۸۱۔

میں انقلاب کے دھارے کو موڑنے کا سبب بنی ہے۔ تاریخ کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ عاشورہ فقط شیعہ معاشرہ میں باقی نہیں رہا بلکہ اس سے کہیں آگے بڑھ گیا ہے۔ اس بناء پر یہ بات تسلیم کرلینی چاہئے کہ سید شہداء امام حسین بن علیؑ کی یاد اور ان کے نام کو زندہ رکھنے سے تقریب بین مذاہب کی راہ ہموار ہوسکتی ہے اور ہر زمانہ سے زیادہ شیعہ سنی کے درمیان قربت اور نزدیکیوں کے بڑھنے کا مشترک محور قرار پاسکتا ہے۔ واقعہ عاشورہ سے ہمیں جو درس و پیغام ملتے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

نیک باتوں کا حکم دینا، بری باتوں سے روکنا، فساد و نظام طبقہ بندی سے جنگ کرنا، عدل وانصاف کرنا، دین کا احیاء اور تحفظ کرنا، دینی اصولوں سے صحیح فائدہ حاصل کرنا یہ ایسے مسائل ہیں جو زمانہ دراز سے شیعہ و سنی معاشروں میں مشترک اور مقبولیت کے حامل رہے ہیں لہٰذا ان چیزوں سے شیعہ اور سنی اتحاد کی گفتگو کو زیادہ تقویت بھی مل سکتی ہے۔

کتاب نامہ

۱۔ قرآن کریم

۲۔ نہج البلاغہ

۳۔ ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن، الکامل فی التاریخ، بیروت، مؤسسۃ التاریخ العربی، ۱۴۱۴ھ۔

۴۔ ابن اثیر، عزالدین علی، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۹ھ۔

۵۔ ابن العربی، ابوبکر، العواصم من القواصم، قاہرہ، المطبعۃ الاسلامیۃ، ۱۳۷۵ھ۔

۶۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود و علی معوض، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۷۔ ابن حجر، احمد، الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، تحقیق: عبد الوہاب عبد اللطیف، قاہرہ، مکتبۃ القاہرۃ، ۱۳۸۵ھ۔

۸۔ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، تحقیق: محمد البجاوی، بیروت، دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۹۔ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن، تاریخ مدینۃ دمشق، تحقیق: علی شیری، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۰ھ۔

۱۰۔ابن عماد حنبلی، ابوالفلاح عبدالحہ، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۴ھ۔

۱۱۔ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایہ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۹ھ۔

۱۲۔ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، بیروت، دار احیاء الکتب العربیۃ، بی تا۔

۱۳۔ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ۔

۱۴۔ابوالفرج اصفہانی، علی بن الحسین، مقاتل الطالبین، تحقیق: کاظم المظفر، نجف، مکتبۃ الحیدریۃ، ۱۳۸۵ھ۔

۱۵۔ابومخنف الأزدی، لوط بن یحییٰ، مقتل الحسین، تحقیق و تعلیق: حسین غفاری، قم، مطبعۃ العلمیۃ، بی تا۔

۱۶۔احمد بن حنبل، المسند، بیروت، دار صادر، بی تا۔

۱۷۔اسماعیل زادہ، محمد، ''امام حسینؑ در منظر اہل سنت و تشیع''، مجموعہ مقالات ہمایش امام حسینؑ و دیدگاہ ہا، تہران، مجمع جہانی اہل بیتؑ، ۱۳۸۱ش۔

۱۸۔اقبال لاہوری، کلیات اشعار، مقدمہ احمد سروش، کتابخانہ سنایی، ۱۳۶۰ش۔

۱۹۔بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۲۰۔ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۳ھ۔

۲۱۔خوارزمی، ابوالمؤید، مقتل الحسین، تحقیق: شیخ محمد السماوی، قم، دار انوار الہدی، ۱۴۱۸ھ۔

۲۲۔ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، العبر فی خبر من غبر، تحقیق: صلاح الدین المنجد، کویت، ۱۹۶۰ء۔

۲۳۔ہمو، سیر اعلام النبلاء، تحقیق: شعیب الأرناؤوط و حسین الأسد، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۲۴۔رشید رضا، تفسیر المنار، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ۔

۲۵۔زرندی حنفی، نظم درر السمطین، بی جا، ۱۳۷۷ھ۔

۲۶۔سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۲۷۔شرباصی ازہری، احمد، حفیدۃ الرسولؐ: نفحات من سیرۃ السیدۃ زینبؑ، قاہرہ، الدار القومیۃ، ۱۹۶۳ء۔

۲۸۔ صافی، لطف اللہ، پرتوی از عظمت امام حسینؑ، قم، مرکز تنظیم و نشر آثار آیت اللہ صافی، ۱۴۳۰ھ۔

۲۹۔ طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۳۰۔ ہمو، المعجم الصغیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، بی تا۔

۳۱۔ ہمو، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدی عبد المجید السّلفی، موصل، مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، ۱۴۰۴ھ۔

۳۲۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۳ھ۔

۳۳۔ عقاد، عباس محمود، ابوالشہداء الحسین بن علی، تحقیق: محمد جاسم ساعدی، تہران، المجمع العالمی للتقریب بین المذاہب الاسلامیۃ، ۱۴۲۵ھ۔

۳۴۔ علایلی، عبداللہ، الامام الحسین، قم، انتشارات شریف رضی، ۱۳۷۴ش۔

۳۵۔ فیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۷ھ۔

۳۶۔ قطب، سید، فی ظلال القرآن، ترجمہ مصطفیٰ خرمدل، تہران، نشر احسان، ۱۳۸۳ش۔

۳۷۔ قندوزی، سلیمان بن ابراہیم، ینابیع المودۃ لذوی القربی، تحقیق: علی جمال اشرف الحسینی، دار الاسوۃ، ۱۴۱۶ھ۔

۳۸۔ متقی ہندی، علاء الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، تحقیق: شیخ بکری حیانی، تصحیح و فہرست: شیخ صفوۃ السقا، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۹ھ۔

۳۹۔ مناوی، عبدالرؤوف، کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق، چاپ سنگی، بمبئی، بی تا۔

۴۰۔ ناصری داوودی، عبدالحمید، انقلاب کربلا از دیدگاہ اہلسنت، قم، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، ۱۳۸۶ش۔

۴۱۔ نسایی، احمد بن شعیب، خصائص امیر المؤمنین، تعلیقات: ابواسحاق الحوینی الاثری، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۴۲۔ نواب تہرانی، محمد ابراہیم، فیض الدموع، تصحیح و تحقیق: اکبر ایرانی قمی، قم، انتشارات ہجرت، ۱۳۷۴ش۔

۴۳۔ ہاشمی نژاد، عبدالکریم، درسی کہ حسین بہ انسانہا آموخت، تہران، فراہانی، ۱۴۱۳ھ۔